عزاداریِ محرم اور ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ☆

ہندوستان میں عزاداری کی بنیاد تیرھویں صدی عیسوی میں صوفیائے کرام نے ڈالی۔ صوفیاء عزاداری محرم اپنی خانقاہوں میں انجام دیتے تھے اور یہ عزاداری بہت سادہ طریقے پر مبنی تھی۔ وعظ ہوتا تھا اور پھر دس محرم کو علم و تعزیہ کا جلوس کربلا جاتا تھا۔ آج بھی صوفیاء کی درگاہوں میں عزاداری محرم ہوتی ہے۔ خواجہ غریب نواز کی درگاہ، اجمیر، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ، مہرولی، دہلی اور حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ، دہلی میں امام باڑے ہیں جہاں عزاداریِ محرم ہوتی ہے اور دس محرم کو جلوس کربلا جاتا ہے۔ خانقاہ اور امام باڑے کا مزاج یکساں ہے۔ دونوں کے دروازے تمام لوگوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ میرے جدِ اعلیٰ سید علی ہمدانی جنھوں نے ہندوستان میں کبرویہ سلسلے کی بنیاد ڈالی اور ایک کتاب ''مودۃ القربیٰ'' کے عنوان سے تحریر کی، انہیں کی نسل سے تعلق رکھنے والے میر کمال الدین ہمدانی نے جلالی ضلع علی گڑھ اتر پردیش میں کبرویہ سلسلے کی بنیاد ڈالی اور عزاداری امام حسینؑ کو فروغ دیا۔ سید شاہ خیرات علی نے ۱۷۷۴ء میں ایک امام باڑہ بھی تعمیر کیا تھا جو آج بھی موجود ہے۔

دہلی کے سلاطین نے بھی عزاداریِ محرم کی بنیاد اپنے طور پر ڈالی۔ منہاج السراج نے طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ جب شمس الدین التمش (۱۲۱۰-۱۲۳۶) گوالیر کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا تو محرم کا چاند نظر آ گیا۔ التمش نے منہاج کو حکم دیا کہ اب دس محرم تک رات میں ان کو وعظ دینا ہوگا۔ اسی طرح کے اور شواہد اس دور کے تاریخی مآخذ میں ملتے ہیں۔ مغل بادشاہ بھی اہلِ بیت سے عقیدت رکھتے تھے اور عزاداری محرم کے فروغ کے لیے خانقاہوں اور درگاہوں کو مدد دیا کرتے تھے۔ دوسرے مغل بادشاہوں کے رقعات وغیرہ نہیں ملتے لیکن اورنگ زیب کے رقعات اور احکامات ملتے ہیں۔ اورنگ زیب کو اہلِ بیتؑ سے بڑی عقیدت تھی اور کیونکہ ائمہ بارہ ہیں لہٰذا اس نے اپنا وصیت

☆ شعبۂ تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

نامہ بھی بارہ نکات پر رکھا۔ اپنے رقعات میں سادات کے احترام کے سلسلے میں آیۃ کریمہ۔ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربیٰ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اورنگ زیب نے تحریر کیا ہے کہ ''سادات سے محبت اور عزت کرنا ہمارے مذہب کا حصہ ہے اور ان سے نفرت اور دشمنی رکھنے والے کے لیے جہنم ہے''۔ مغل بادشاہ بابر سے بہادر شاہ دوم تک سب اہلِ بیت سے مودت کرنے والے تھے۔

۲۰۰۷ء میں ہم ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی ۱۵۰ ویں سالگرہ منانے جا رہے ہیں۔ اس دوران محرم بھی آیا۔ اس سے متعلق دستاویزات بھی نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں Muting Papers کے نام سے موجود ہیں۔ یہ دستاویزات تعداد میں بیس ہزار ہیں جو تمام فارسی اور اردو زبان میں ہیں لیکن ہم نے ابھی تک ان کا مطالعہ نہیں کیا۔ میں ۱۸۵۷ کے فارسی و اردو دستاویزات پر کام کر رہا ہوں اور اس میں مجھے محرم اور امام باڑوں سے متعلق کچھ دستاویزات ملیں تو میں نے سوچا کیوں نہ اس پر ایک مضمون لکھ دوں تاکہ عام لوگوں تک یہ معلومات پہنچ سکیں۔ یہ دستاویزات اس دور کے نظام کی عکاسی کرتی ہیں۔

NAI Document No.73 - F.I. dated 20th May, 1857

ایک درخواست ''حضرت جہاں پناہ سلامت (بہادرشاہ) کے نام ہے کہ مغل بادشاہ اکبر دوم نے اپنے ششم جلوس میں ایک زمین تعمیر امام باڑہ کے لئے عشرت علی خاں ناظر کو دی تھی اور انہوں نے امام باڑہ تعمیر کرایا اور (وہاں) مجالس محرم ہوتی تھیں لیکن حیدر علی نے اس پر قبضہ کرلیا ہے۔ بادشاہ کے حکم سے حیدر علی کو برخاست کیا گیا۔ درخواست کنندگان میں نورالدین، خواجہ غلام علی، محمد بخش معمار اور سید حیدر حسین ہیں''۔

NAI-Document No.B, 130 F.185 dated 24th April, 1857

ایک حکم جاری ہوا ''بخدمت جمیع تھانہ دار صاحبان مہربان دوستان تھانہ داران شہر دہلی بعد سلام آنکہ اس وقت جرنیل طالع یارخاں صاحب بہادر کوتوالی میں تشریف فرما ہوئے کہ تم تاکیداً رقعہ بنام تھانہ داران شہر لکھ دو کہ محرم میں باجا بجنے نہ پاوے''۔ یہ حکم ظاہر کرتا ہے کہ محرم کی حرمت کی خاطر مغل بادشاہ نے اس طرح کا حکم جاری کیا۔

NAI- Ducoment No.B 102, F.103 undated

دراصل اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں محبت اہلِ بیت واضح طور پر تھی۔ مثال کے طور پر

شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں ''میری طبیعت اور میری فکر کو جب اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیں''۔ ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیز نے 'سر الشہادتین' لکھی۔ اس کتاب کی بنیاد پر بعض لوگ شاہ عبدالعزیز کو شیعہ تصور کرتے تھے۔ آپ کے درس میں مختلف لوگ آتے تھے آپ لکھتے ہیں'' حافظ آفتاب میرے درس میں شامل ہوتے تھے ایک روز حضرت علی کا ذکر شروع ہوا، میں نے حضرت علی کے مناقب بیان کرنے شروع کردیئے۔ اس روہیلہ پٹھان نے (مجھے) شیعہ سمجھ کر درس میں آنا موقوف کردیا''۔ اس کے بعد شاہ عبدالعزیز نے ۹۰-۱۷۸۹ء میں تحفہ اثناء عشریہ لکھی۔ اس کے دیباچہ میں شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ''اس کتاب کی تالیف کی غرض اور ضرورت اس لیے محسوس کی گئی کہ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اور جس زمانے میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اس میں اثناء عشریہ کا غلبہ اور شہرہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ یہ مشکل کوئی گھرایسا ہوگا کہ جس میں کوئی نہ کوئی شخص اس مذہب کو اختیار نہ کرچکا ہو یا اس سے متاثر نہ ہوا ہو''۔ اسی طرح کی ایک دستاویز Mutiny Papers میں ملی ہے۔ مغل بادشاہوں کو اہل بیتؑ سے عقیدت تھی اور بہادر شاہ ظفر بھی اسی فکری روایت کا حصہ تھے۔ تو جس طرح شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے بارے میں خیال بنا کہ وہ شیعہ ہوگئے ہیں اسی طرح بہادر شاہ ظفر کے لیے بھی عوام میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ بہادر شاہ نے شیعی مذہب اختیار کرلیا ہے''۔ حقائق آگاہانِ معارف دستگاہ، سالکانِ مسالک حقیقت، ناہجانِ مناہجِ طریقت حضرت علام نظام الدین وسید عبداللہ ومولوی محمد سالم وعلاؤ الدولہ سید محی الدین خاں وسید حسن عسکری ومیاں نیاز احمد صاحبان معلوم نمایند کہ تہمت ترک مذہب اہل سنت واختیار شیعت بحضور بستہ ...... ازراہ حسد برای بدنام ساختن حضور کردہ اند...... کہ این محض دروغ ولی اصل و بآناں کہ استفسار این امراز ایشان نمودہ باشند ازین معنی اطمینان خاطرنمودہ وہند بدین وسیلت تکذیب مدعیانِ این دعویٰ باطل نمایند'' ۔ بہادر شاہ سے متعلق ۱۸۵۷ء میں اس طرح کی افواہ پھیلانا ایک سیاسی چال تھی اور ہوسکتا ہے کہ ہمیں میں سے کوئی انگریزوں کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کررہا ہو۔ ۱۸۵۷ء میں شاہ جہاں آباد کے زیادہ تر عوام جن میں ہندو مسلمان اور سنی و شیعہ سب شامل تھے، بہادر شاہ کے ساتھ تھے۔ لیکن تھوڑی سی تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جو انگریزوں کے ساتھ تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ برٹش فوج کے کشمیری گیٹ کے اڑانے کے بعد برٹش فوج کو لال قلعے تک پہنچنے میں پانچ دن لگے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شاہ جہاں آباد کے عوام کی بڑی تعداد انگریزوں کے خلاف تھی۔

اس افواہ میں چال یہ تھی کہ اگر بہادر شاہ اس کی تردید نہیں کرتے تو سنی مسلمان ان سے علاحدہ ہوجائیں گے اور اگر بہادر شاہ تردید کرتے ہیں تو شیعی مسلمان ان سے علاحدہ ہوجائیں گے لیکن انگریز اور ان کے ایجنٹ اپنی چال میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ دراصل محبت اہل بیت تو اللہ کے حکم قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ کا جزو ہے۔ اس میں سنی و شیعہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ محبت اہل بیت تو اجر رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس کے بغیر اسلام پر عمل ہی ممکن نہیں ہے۔

جب انگریز ۱۸۵۷ء میں مولوی کفایت علی کو سولی پر چڑھانے کے لیے لے جارہے تھے تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

نامِ شاہانِ جہاں مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام و نشانِ پنج تن رہ جائے گا